

افسانہ: کنڈکٹر

مصنفہ: الطاف فاطمہ

مصنفہ کا تعارف:

الطاف فاطمہ ایک مشہور افسانہ نگار اور ناول نگار ہیں۔ وہ ۱۹۲۹ء میں لکھنؤ میں پیدا ہوئیں اور ۱۹۴۷ء میں پاکستان ہجرت کر کے آ گئیں۔ الطاف فاطمہ نے قیام پاکستان کا زمانہ اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے اس لیے وہ قیام پاکستان سے پہلے اور بعد کے حالات سے اچھی طرح واقف ہیں اور اس بات کا اندازہ ان کی تحریر 'کنڈکٹر' سے لگایا جاسکتا ہے۔

الطاف فاطمہ مختلف موضوعات پر افسانے لکھتی ہیں۔ وہ اپنے افسانوں کے موضوعات اپنی ارد گرد کی زندگی سے لیتی ہیں۔ ان کے افسانوں میں انسانی زندگی کا ایک اہم جذبہ 'محبت' نمایاں طور پر دکھائی دیتا ہے۔ ان کے افسانوں میں درد مندی اور ہمدردی کے جذبات بھی دکھائی دیتے ہیں۔ ان کے افسانوں میں تاریخی اور معاشرتی شعور، مکالمہ نگاری، جزئیات نگاری اور سادہ اسلوب بیان دکھائی دیتا ہے۔

افسانے کے اہم نکات:

نوجوانوں کے لیے پیغام:

”لالو نے جس مقصد اور تحریک کو اپنی آرزو اور تمنا بنایا تھا وہ اسے مل گئی۔ اب وہ اپنی موجودہ زندگی اور حالات میں بڑی آسودگی اور سکون محسوس کرتا ہے، کوئی فرسٹریشن نہیں۔ کسی سے رشک و حسد نہیں۔ اپنی اہلیت اور لیاقت پر مطمئن اور شانت ہے۔ جو جس مقام اور منصب پر ہے وہ اہم ہے۔ یہی اس کا فرض ہے۔ کوئی اگر کسی اعلیٰ افسرانہ منصب پر ہے تو اس پر اس منصب کا پورا پورا فرض بجالانا ہے جس طرح ایک نائب قاصد، کنڈکٹر یا استاد سے توقع کرتے ہیں۔“

مصنفہ نے اس افسانے کے ذریعے نوجوان نسل کو یہ پیغام بھی دیا ہے کہ ہمیں پاکستان کی خاطر دی گئیں قربانیوں کو یاد رکھنا چاہیے اور پاکستان جس مقصد کے لیے بنایا گیا تھا اس مقصد کو حاصل کرنے کے اپنی اپنی قابلیت اور حیثیت کے مطابق کوشش کرنی چاہیے۔

ہر انسان کی زندگی کا ایک مقصد ہونا چاہیے اور اس مقصد کو حاصل کرنے کے لیے کوشش اور محنت کرنی چاہیے۔ انسان جب زندگی کے مقصد میں کامیاب ہو جاتا ہے تو پھر وہ سکون محسوس کرتا ہے اور کسی سے حسد نہیں کرتا۔ کوئی بھی مقام یا منصب چھوٹا نہیں ہوتا۔ انسان کسی بھی عہدے یا منصب پر ہو اسے اپنا کام فرض پوری ذمہ داری اور ایمانداری سے پورا کرنا چاہیے

تحریک پاکستان (Pakistan Movement):

افسانہ کنڈکٹر تحریک پاکستان کے تناظر میں لکھا گیا ہے۔ اس افسانے میں ان سیاسی اور سماجی حالات کا ذکر ہے جو ۱۹۴۰ء میں تحریک پاکستان کے وقت سامنے آئے۔ الطاف فاطمہ کا یہ افسانہ تحریک پاکستان کی یاد تازہ کرتا ہے اور ساتھ ساتھ ہماری نوجوان نسل کو آزادی کا مقصد اور مفہوم بھی بتاتا ہے۔ ہمیں یہ احساس بھی دلانے کی کوشش کی گئی ہے کہ پاکستان کو حاصل کرنے کے لیے ہمارے بزرگوں نے کتنی محنت کی ہے اور کتنی قربانیاں دی ہیں۔ مصنفہ نے یہ پیغام دیا ہے کہ اس ملک کا ہر شہری پاکستان کی خدمت کے لیے کام کر سکتا ہے۔ اس لیے زندگی کے ہر شعبے سے تعلق رکھنے والوں کا یہ فرض ہے کہ جس مقصد کے لیے پاکستان حاصل کیا گیا تھا اس مقصد اور منزل تک پہنچنے کے لیے سب کو مل کر کام کرنا ہو گا چاہے وہ طالب علم ہوں، اساتذہ ہوں یا کسی بھی شعبے سے تعلق رکھنے والے ہوں۔ اگر لالو جیسا انسان جو پڑھا لکھا بھی نہیں تھا اور پھر بھی اپنے مقصد میں کامیاب ہو گیا تو اگر ملک کے پڑھے لکھے لوگ چاہیں تو کیا نہیں کر سکتے۔

جذبہ حب الوطنی یا وطن سے محبت کا جذبہ (Patriotism):

”لالو“ کا کردار اور جذبہ حب الوطنی:

افسانہ کنڈکٹر آزادی اور وطن سے محبت کرنے والوں کی داستان ہے۔ اس افسانے کے مرکزی کردار ”لالو“ کی تمام بے وقوفیوں اور کمزوریوں کے باوجود مصنفہ نے اسے ہوش مندوں اور عقل مندوں کے لیے ایک مثال بنا کر پیش کیا ہے۔ مصنفہ نے اسی توتلے اور دیکھنے میں احمق لگنے والے کردار کے ذریعے نوجوان نسل تک حب الوطنی کا پیغام پہنچایا ہے۔ لالو کا کردار اس دور کے عوام کی نمائندگی کرتا ہے جن میں علاحدہ ملک حاصل کرنے کا جوش و جذبہ تھا۔ لالو کو یقین تھا کہ پاکستان ضرور بنے گا۔ اس نے پاکستان بننے کی تحریک میں حصہ لیا۔ بقول مصنفہ کہ:

”وہ مسلم لیگ کے دفتر جاتا، شہر کی دیواروں پر پوسٹر چپکاتا۔

لالو اپنی توتلی زبان میں نعرے لگاتا:

”ماریں نے مر جائیں نے، پاکستان بنائیں نے۔“

”لے لے رہیں گے پاکستان۔۔۔ بن لے رہے گا پاکستان۔“

لالو نے والدین کی سختی، ڈانٹ اور مار کے باوجود پاکستان حاصل کرنے کی تحریک میں جدوجہد کی اور پھر پاکستان وجود میں آگیا۔

”ہر شخص لالو کو مبارک باد دے رہا تھا اور وہ سچے فاتح کی طرح سراٹھائے نہیں سر جھکائے کھڑا تھا۔“

ماسٹر صاحب کا کردار اور جذبہ حب الوطنی:

اس افسانے کے مختلف کرداروں میں ہمیں مختلف انداز سے جذبہ حب الوطنی دکھائی دیتا ہے۔ ماسٹر صاحب کا کردار اس دور کے پڑھے لکھے طبقے کی نمائندگی کرتا ہے۔ وہ چاہتے تھے کہ ہم پڑھ لکھ کر پاکستان کے قابل بن جائیں۔ ماسٹر صاحب کا ایک جملہ بھی اہم ہے کہ وہ کلاس میں طالب علموں کو احساس دلاتے ہوئے کہتے ہیں کہ

”ارے تو کیا تم جاہلوں کے لیے بنے گا پاکستان؟ تم پاکستان کے قابل تو بنو۔“

ماسٹر صاحب کے اس جملے میں ہمیں ملک سے محبت کے جذبات دکھائی دیتے ہیں۔

لالو کے والد اور جذبہ حب الوطنی:

اس افسانے میں لالو کے والد ان لوگوں کی ترجمانی کرتے ہیں جو ملازمت کی پابندی اور مصروفیات کی وجہ سے تحریک پاکستان کی سرگرمیوں حصہ نہیں لے سکتے لیکن ان کے دل میں بھی علاحدہ ملک حاصل کرنے کی خواہش اور جوش و جذبہ موجود ہے۔ لالو کے والد کی ان باتوں سے ہمیں اندازہ ہوتا ہے کہ ان کے دل میں بھی جذبہ حب الوطنی تھا۔

جب لالو کی والدہ لالو کے والد کو کہا کہ وہ لالو کو تنبیہ کریں تو لالو کے والد کا جواب دلچسپ تھا اور وہ ہنس کر بولے:

”بیگم اب ہم کس کس کو روکیں گے؟ یہ تو وقت کی آواز ہے، زبانِ خلق ہے، ارے تم تو اندر گھر میں بیٹھی ہو، ہم سے پوچھو ملازمت کی وجہ سے اپنے آپ کو کس طرح روکتے ہیں۔“

کنڈ کٹر کا استعارہ اور مرکزی خیال:

افسانہ ”کنڈ کٹر“ میں نہ صرف نوجوانوں بلکہ تمام پاکستانیوں کے لیے ایک واضح پیغام ہے کہ پاکستان ہم سب کا گھر ہے۔ اس گھر کی حفاظت ہمارا اولین فرض ہے۔ جس طرح گھر کے چھوٹے بڑے تمام کام ہماری ذمہ داری ہیں، اسی طرح پاکستان کے تمام مسائل کا حل بھی ہمیں ہی تلاش کرنا ہے۔ اس وطن کو اپنے گھر اور اپنی جان سے زیادہ عزیز رکھنا ہے۔

مصنفہ نے اس افسانے میں کنڈ کٹر کو استعارے کے طور پر استعمال کرتے ہوئے لالو کے ذریعے یہ پیغام دیا ہے کہ جس طرح ایک کنڈ کٹر بس کی نگہبانی اور نگرانی کرتا ہے اسی طرح ہم سب کو بھی اپنے آپ کو کنڈ کٹر سمجھنا چاہیے اور پاکستان کو ایک بڑی بس سمجھنا چاہیے۔ ہم نے مل کر پاکستان کو اس کی اصل منزل مقصود تک پہنچانا ہے۔ جس طرح ایک کنڈ کٹر کی کوشش ہوتی ہے کہ بس منزل کی طرف رواں دواں رہے اسی طرح ہماری بھی کوشش ہونی چاہیے کہ ہمارا ملک بھی ترقی اور خوش حالی کی شاہراہ پر گامزن اور رواں دواں رہے اور یہ کام ہم سب نے مل کر کرنا ہے چاہے ہمارا تعلق زندگی کے کسی بھی شعبہ سے کیوں نہ ہو۔

کسی سوال کے جواب میں لالو نے کہا، ”میں بس کنڈ کٹر ہوں“

”بھائی اس میں ہرج ہی کیا ہے؟ یہ ہمارا پاکستان جو ہے نا، ایک بڑی بس ہی تو ہے۔ ہم سب جو کچھ بھی کریں اس کے کنڈ کٹر ہی تو ہیں۔ بس یہ خیال رکھنا ہے کہ گاڑی چلتی رہے“

لالو کا کردار:

لالو کا کردار متوسط طبقے کی نمائندگی کرتا ہے۔ یہ طبقہ ملک کی ترقی میں بہت اہمیت رکھتا ہے اور جب سیاسی یا سماجی سطح پر کوئی تحریک چلتی ہے تو اس طبقے کے لوگ اس میں بھرپور حصہ لے کر اس تحریک کو کامیاب کرتے ہیں۔ لالو دیکھنے میں بہت سادہ اور احمق ہے لیکن اس نے اپنی زندگی کا ایک مقصد بنایا اور جب اسے وہ مقصد حاصل ہو گیا تو وہ اس پر مطمئن تھا۔ لالو کے کردار سے مصنفہ یہ پیغام دینا چاہتی ہیں کہ جب لالو جیسا شخص بھی کچھ کرنے کا فیصلہ کر لے تو وہ معاشرے کے لیے اہم کردار ادا کر سکتا ہے۔ اگر اسی طرح پڑھے لکھے اور سمجھدار لوگ بھی معاشرے کے لیے کام کریں تو زیادہ بڑی تبدیلی آ سکتی ہے۔ لالو کا کردار اس سوچ کی بھی نفی

کرتا ہے کہ ایک اکیلا شخص یا فرد واحد کچھ نہیں کر سکتا۔ اگر ہر شخص اپنی ذمہ داری اور فرض کو پہچان لے تو معاشرے میں بڑی تبدیلی اور انقلاب آسکتا ہے۔

مصنفہ کی تحریر کی خصوصیات:

مکالمہ نگاری:

الطاف فاطمہ کی تحریر کی ایک بڑی خوبی مکالمہ نگاری ہے۔ وہ اپنے کرداروں کو ان کی شخصیت کے مطابق زبان دیتی ہیں۔ ان کی تحریروں میں مکالمے کرداروں کی علمی، سماجی، ذہنی اور جذباتی حیثیت کے مطابق ہوتے ہیں۔ اس افسانے کا مرکزی کردار لالو جس کی زبان میں تلاہٹ ہے اور دل میں یہ جذبہ اور یقین کہ پاکستان ضرور بنے گا۔ مصنفہ نے لالو کے مکالمے اس کی جذباتی حیثیت اور اس کی تلاہٹ کے مطابق تحریر کیے ہیں۔

لالو اپنی تو قلمی زبان میں نعرے لگاتا:

”ماریں نے مرجائیں نے، پاکستان بنائیں نے۔“

”لے لے رہیں گے پاکستان۔۔۔ بن لے رہے گا پاکستان۔“

سادہ اسلوب:

الطاف فاطمہ کی تحریر کا اسلوب سادہ لیکن پرکشش اور پر اثر ہے۔ ان کی زبان سادہ اور آسان ہوتی ہے لیکن ان کا پیغام بڑا واضح اور پر تاثیر ہوتا ہے۔ مصنفہ اپنی تحریروں میں محاورات کا استعمال کر کے انھیں چار چاند لگا دیتی ہیں۔

معاشرتی اور سماجی اصلاح (مقصدیت):

الطاف فاطمہ اپنے افسانوں سے معاشرتی اصلاح کا کام لینا چاہتی ہیں۔ ان کے کردار بڑے جاندار ہوتے ہیں۔ وہ کرداروں کی خوبیوں کو اجاگر کرتی ہیں اور ان خوبیوں کے ساتھ ہمدردی کے جذبات پیدا کرتی ہیں اور کرداروں کے ذریعے اہم پیغام دے کر معاشرے کی اصلاح کرنے کی کوشش کرتی ہیں۔

معاشرتی اور تاریخی شعور:

الطاف فاطمہ کی تحریروں میں معاشرتی اور تاریخی شعور دکھائی دیتا۔ کنڈکٹر میں انھوں نے قیام پاکستان، تحریک پاکستان اور ہجرت کے واقعات کو کہانی کے انداز میں پیش کیا ہے۔ انھوں اس دور کے معاشرتی اور سیاسی حالات کو اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا اور اس لیے انھوں نے وہ تمام حالات اپنی تحریروں میں بیان کیے ہیں۔

منظر نگاری:

الطاف فاطمہ نے اپنی تحریر کنڈکٹر میں قیام پاکستان، تحریک پاکستان اور ہجرت کے حالات و واقعات کی بھرپور منظر کشی کی ہے۔ اس کے علاوہ انھوں نے وطن سے محبت کرنے والوں کے جذبات اور ان کی قربانیوں کی بھی منظر کشی ہے۔ مصنفہ نے پاکستان کے لیے لالو کی محبت اور جذبات کی منظر کشی اس طرح کی ہے۔

”ماریں نے مرجائیں نے، پاکستان بنائیں نے۔“

”لے لے رہیں گے پاکستان۔۔۔۔۔ بن لے رہے گا پاکستان۔“

اس کے علاوہ مصنفہ ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کی صبح کی بھی منظر کشی اور تصویر کشی کی ہے جب پاکستان کا قیام ہوا تھا۔

”پھر وہ رات گزری۔ مرغِ سحر بولا۔ مسجد کے میناروں سے جانی پہچانی صدا گونجی:

”اللہ اکبر“

یہی وہ صبح تھی جب ہم نے وہ نئی خبر سنی۔

ہر شخص لالو کو مبارک باد دے رہا تھا اور وہ سچے فاتح کی طرح سراٹھائے نہیں سر جھکائے کھڑا تھا۔